OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

عہد عباسی عصر اول میں علوم حدیث کا علمی جائزہ

Intellectual Analysis of Hadith Disciplines in First Abbasid Period

حیات اللہ
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد
ڈاکٹر نور حیات خان
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد پاکستان

ABSTRACT

Hadith is the second source of legislation in Islam and its significance has been felt since the beginning up to its evolution. Moreover, the discipline acquired greater attention in the era of Companions (may God be pleased with them) which continued till the codification of Hadith. On one hand, Hadith has been shown interest from a number of perspectives such as: theological, legal and missionary and at the same time the discipline of Hadith saw its pinnacle. It started from oral transmission and small codices however, the foundations of this discipline were set during Umayyad rule which later on acquired a scholarly form in the prime time of Abbasid rule (132 AH to 247AH). During this golden era research went underway in different sub-disciplines – research into the textual content of Hadith, chains of transmission, biographies of narrators, Interpretation of rare and difficult terms and implicit weaknesses in Hadith among many. Hence, solid foundations of Hadith discipline were laid.

This article brings forth the important Hadith scholars and their remarkable services in the era. It carries out an in-depth analysis of Hadith scholarship in the first part of the Abbasid rule. It contains discussion on the following topics:

Introduction to Abbasid reign, family background and a brief discussion of its various time periods.

Definition, types and importance of Hadith scholarship

Publication of Hadith scholarship and services of renowned Hadith scholars during the pinnacle of Abbasid period. And introduction to the scholarly work in the field of Hadith during Abbasid era.

An introduction to different disciplines of Hadith studies during Abbasid era.

تعارف

بنو عباس کا تعلق قریش کی مضری شاخ بنو ہاشم سے ہے، جو پانچویں پشت میں پر قُصَی بن کلاب سے جاملتا ہے اور سلسلہ نسب: عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَی بن کلاب ہے۔ جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"إن الله اصطفى كنانة من ولد إسماعيل واصطفى قريشا من كنانة و اصطفى من قريش بني هاشم واصطفاني من بني هاشم"[(1)]

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو پسند فرمایا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔ عبد الشمس اور ہاشم دونوں ہی عبد مناف کے قابلِ ذکر بیٹے تھے۔ عبد الشمس کے بیٹے امیہ سے اموی خاندان اور ہاشم سے بنو ہاشم کا خاندان چلتا رہا۔

بنو عباس آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کی اولاد میں سے تھے۔ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادے امام زین العابدینؒ سیاست سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اہل بیت کے حامیوں، جن کا اصطلاحی نام شیعانِ علی تھا کی امامت اور رہنمائی محمد بن حنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی، جو حضرت علیؓ کے غیر فاطمی بیٹے تھے۔ جب محمد بن حنفیہ کا انتقال ہوا تو امامت ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کے پاس آئی جنہوں نے اپنی وفات سے قبل یہ منصب حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پوتے محمد بن علی کو سونپ دیا۔ یوں خلافت و امامت کا استحقاق حضرت علیؓ کی اولاد سے حضرت عباسؓ کی اولاد میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن علی کے بعد امامت ان کے بیٹے ابراہیم کو اور ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ابو العباس عبد اللہ السفاح[(2)] کو منتقل ہوئی۔ (جو خلفائے بنو عباس میں پہلے خلیفہ تھے) اس خاندان نے تقریباً پانچ سو (۵۰۰) سال حکومت کی اور اس میں سینتس (۳۷) خلفاء ہوئے۔ بنو عباس کے پانچ سو (۵۰۰) سالہ اقتدار میں کئی انقلابات اور کئی نشیب و فراز آئے، مگر بحیثیت مجموعی عباسی خاندان کو ہی مرکزی حیثیت حاصل رہی اور عالم اسلام کے اکثر و بیشتر سلاطین ان کی وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ اس عہد میں مذہبی، سیاسی، تمدنی اور علمی لحاظ سے بہت ترقی ہوئی۔ ان کے پانچ سو (۵۰۰) سالہ دور حکومت کو درج ذیل تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

دور اول (عروج)

یہ دور ۱۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک پھیلا ہوا ہے، جس میں بنو عباس کے پہلے دس خلفاء گزرے ہیں[(3)]۔ یہ فرمانروا غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اور اعلیٰ پایہ کے مدبر تھے اس دور میں تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کو بہت ترقی ہوئی اور عجمی اثر و رسوخ کو بہت فروغ ہوا۔ خاص کر آٹھویں خلیفہ معتصم نے فوج میں عربوں کی بجائے ترکوں کو بھرتی کرنا شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ ترک بہت زور پکڑ گئے اور کاروبارِ حکومت میں دخیل ہو گئے۔

دور ثانی (زوال پذیر)

یہ دور ۲۴۷ھ سے ۴۰۰ھ تک جاری رہا۔ یہ انحطاط کا دور ہے۔[(4)]

دورِ ثالث (زوال)

یہ دور ۴۰۰ھ سے ۶۵۵ھ پر محیط ہے۔اس دوران سلجوقیوں[5] کو بہت غلبہ حاصل ہوا اور خلفائے بنوعباس[6] کی حیثیت کٹھ پتلیوں کی سی ہو گئی۔آخر ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا اور خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کر کے بنوعباس کے دورِ خلافت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔اس دور میں اضطرابات اور انقلابات کے باوجود علم حدیث کی جو علمی سر گرمی رہی، یہ اس مقالے کا اہم موضوع ہے۔

علم حدیث کا مفہوم

علم حدیث سے مراد وہ فن ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب اقوال،افعال اور احوال کی صحت اور سقم کی نشاندہی کی جاتی ہے۔امام سیوطیؒ اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے روایت اور راوی کے حالات معلوم ہوتے ہیں پھر اس کی روشنی میں حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔دوسرے لفظوں میں علوم حدیث سے مراد ایسے قواعد وضوابط کا جاننا ہے کہ جن کے ذریعے سند و متن کی معلومات حاصل ہوں یا راوی و مروی کے حالات کا علم ہو سکے جن کی بنیاد پر حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے[7]۔

علم حدیث کی اہمیت

اس علم و فن کی اہمیت و ضرورت بالکل واضح ہے،اس لئے کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر،اس کی وضاحت اور مفہوم بیان کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالی نے رسول ﷺ پر ڈالی،جو تبیین کتاب اللہ کے بعد بہترین اور معتبر ذریعہ تفسیر ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾[8]

اور ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کردیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

یہ تفسیر امت کے پاس ان افراد کے واسطہ سے آئی ہے، جن کو راویانِ حدیث کہا جاتا ہے،ایسے ہی سنت رسول ﷺ جو ایک مسلمان کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے اور جسے تسلیم کیے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا،اور جس کے بغیر شریعت پر عمل ممکن نہیں، ہمارے پاس انہی افراد کے واسطے سے آئی ہے، لہذا ان کی معرفت اور ان کے بارے میں معلومات ضروری ہیں۔کسی بھی حدیث کے صحت وضعف کا دارومدار انہیں پر ہوتا ہے، محدث کی عدالت وضبط کی معرفت کے بغیر کسی حدیث پر فیصلہ کرنا ناممکن ہے، یہ ساری چیزیں اسی علم و فن سے متعلق ہیں،ایسے ہی سندوں میں علل و شذوذ کا پایا جانا،ارسال وانقطاع کا ہونا وغیرہ ان تمام کی معرفت اسی فن (علوم الحدیث) کے ذریعے ممکن ہے۔

عہد بنو عباس میں علم حدیث کا جائزہ

اسلامی تاریخ کے ہر دور میں اہلِ علم و فضل نے احادیث کو اپنے اپنے حسنِ انتخاب اور ذوقِ نظر کو ملحوظ رکھ کر مختلف طریقوں سے درس وتدریس، حفظ، مذاکرہ، کتابت، تالیف و تصنیف اور تعامل وغیرہ کے ذریعے اس کی حفاظت اور اس کی نشر و اشاعت اور ترویج کی خدمات سر انجام دیں۔

خلفاء بنو عباس کا دور علم حدیث کے لحاظ سے انتہائی اہمیت کے حامل ہے، اس لئے کہ اس عہد میں علوم حدیث کی مختلف علوم کے بنیاد ڈالی گئی مثلاً: علم اسماء الرجال، مختلف الحدیث، علل الحدیث، غریب الحدیث اور ناسخ و منسوخ جن میں سے بعض کا تعلق سند سے اور بعض کا متن سے ہے۔ بنو عباس کے عہد عروج میں بھی علم حدیث کی نشر و اشاعت کے لئے مندرجہ بالا طریقوں پر کام ہوتا رہا۔ حدیث و سنت کی شرعی، دینی، علمی، ثقافتی اور تاریخی اہمیت اہل علم اور اصحابِ بصیرت کی نظروں سے اوجھل نہیں رہی۔

عباسی خلفاء کا زمانہ اپنے پیش رو امویوں سے اس اعتبار سے بہت نمایاں اور ممتاز ہے کہ اس دور میں اسلامی علوم کو بہت ترقی ہوئی۔ اور اموی دور میں جو علمی ترقی شروع ہوئی تھی وہ عہد عباسی میں اپنے منطقی کمال تک پہنچ گئی۔ بغداد خلافت عباسیہ میں بہت بڑا علم و فن کا مرکز تھا۔ جس کو امام حاکم نیشاپوری نے "مدينة العلم وموسم العلماء والأفاضل "[9] کا لقب دیا ہے۔ بغداد میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں عام طور پر ہزاروں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔ امام ابو حاتمؒ الرازی فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب [10] کے حلقہ درس میں گیا۔ چالیس ہزار طلبہ شریکِ درس تھے ان میں عباسی خلیفہ مامون الرشید بھی تھا [11]۔ اور احادیث کے متعلق بڑی قابل قدر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ خلفائے بنو امیہ سے زیادہ جس چیز نے خلفائے بنو عباس کو اعزاز بخشا ہے وہ ان کے علمی کارنامے ہیں خاص کر خلیفہ ابو جعفر منصور (م۱۵۸ھ)، ہارون الرشید (م۱۹۳ھ) اور مامون الرشید (م۲۱۸ھ) کا زمانہ خلافت اسلامی علوم کی تدوین و تالیف (جو علم کے نشر و اشاعت کا ایک ذریعہ ہے) کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ابو جعفر منصور کا سب سے مہتم بالشان علمی کارنامہ امام مالکؒ سے مؤطا کی تالیف کروانے کا ہے۔

سنہ ۱۴۳ھ سے عام طور پر علمائے اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر ہر ایک کی الگ الگ تدوین شروع کر دی، مکہ میں ابن جریج (م۱۵۰ھ) نے، مدینہ میں امام مالک (م۱۷۹ھ) نے، شام میں امام اوزاعی (م۱۵۷ھ) نے، بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ (م۱۵۰ھ) اور حماد بن سلمہ (م۱۶۷ھ) نے، یمن میں معمر بن راشد (م۱۵۲ھ) نے اور کوفہ میں سفیان ثوری (م۱۶۱ھ) نے رے میں جریر بن عبداللہ (م۱۸۸ھ) نے واسط میں ہشیم بن بشیر (م۱۸۳ھ) نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا، محمد بن اسحاق (م۱۵۱ھ) نے مغازی پر اور امام ابو حنیفہؒ (م۱۵۰ھ) نے حدیث و فقہ پر تصنیف کی (یہ دونوں حضرات گویا تابعین ہی میں ہیں؛ لیکن ان کا عہد تبع تابعین ہی میں شروع ہوا اور انہی کے ذریعہ دنیا ان کی تصنیفات سے واقف ہوئی)؛ پھر کچھ ہی مدت بعد عبداللہ بن لہیعہ (م۱۷۴ھ) نے؛ پھر عبداللہ بنِ مبارک (م۱۸۱ھ)، امام

ابویوسف (م ۱۸۲ھ)، عبداللہ بن وہب (م ۱۹۷ھ) وغیرہ نے اس مبارک کام کو اپنے ہاتھ میں لیا؛ پھر کثرت سے ہر فن میں تصنیفات کا اور اس کے تدوین و ترتیب کا سلسلہ شروع ہوا اور عربی ادب و لغت تاریخِ اسلام اور قدیم تاریخ پر بے شمار کتابیں مدون ہو گئیں اور اس عہد سے پہلے عام طور پر ائمہ فن یا تو اپنے حفظ و استحضار سے کسی فن پر کلام کرتے تھے یا پھر غیر مرتب مجموعوں اور صحیفوں کے ذریعہ[12]۔

اسی طرح سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ)، لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) اور شعبہ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ) وغیرہ نے بھی کتابیں تصیف کر کے علم حدیث کی نشر و اشاعت میں سر گرم حصہ لیا۔ ان کا انداز کیسا تھا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"اس دور کے جامعینِ حدیث مختلف ابواب کو یکجا کر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک ایک ہی باب میں مسائل اور احادیث درج کرنے کا تعلق ہے تو اس کام میں سبقت کرنے والے امام شعبیؒ ہیں"[13] اس کے بعد مسانید[14] کا دور آتا ہے، اس عہد میں مسانید کی ترتیب پر بلاد اسلامیہ میں جن بڑے بڑے محدثین نے تالیفات کیں وہ درج ذیل ہیں:

اُبوداؤد الطیالسی (م ۲۰۴ھ)، اُسد بن موسیٰ الاموی (م ۲۱۲ھ)، عبیداللہ بن موسیٰ العبسی (م ۲۱۳ھ)، الحمیدی (م ۲۱۹ھ)، مسدد بن مسرہد بصری (م ۲۲۸ھ)، یحییٰ حمانی (م ۲۲۸ھ)، نعیم بن حماد الخزاعی (م ۲۳۵ھ)، امام اُحمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) اور مسند العدنی (م ۲۴۳ھ)[15]۔ پھر دوسرے ائمہ نے بھی اس طریق تدوین کو اختیار کیا اور شاید ہی کوئی ایسا حافظ الحدیث امام ہو جس نے احادیث نبوی ﷺ پر مشتمل ایک مسند نہ لکھی ہو۔ مثلاً اُبو بکر بن اَبی شیبہ (م ۲۳۵ھ) اِسحاق بن راہویہ (م ۲۳۸ھ)، عثمان بن اَبی شیبہ (م ۲۳۹ھ) وغیرہ نے مسانید تالیف کیں[16]۔ موجودہ مسانید میں سب سے عظیم مسند، مسند امام اُحمد بن حنبل ہے۔ جس کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے، ان مسانید میں سے اکثر مسانید جیسے مسند اُبوداؤد الطیالسی، (دار المعرفہ، بیروت، لبنان) مسند الحمیدی (دار الکتب العلمیۃ، مکتبۃ المتنبی، بیروت، القاہرۃ، حبیب الرحمن الاَعظمی کے تحقیق کے ساتھ) اور مسند امام اُحمد مطبوع ہیں۔ دور مسانید کے بعد عہد بنوعباس میں حدیث کے نشر و اشاعت کا آخری اور سنہری دور آیا جس میں حدیث کی سب سے زیادہ اہم، مرتب اور متنوع کتابیں تحریر کی گئیں یہ دور اصحابِ کتب ستہ کا دور تھا۔

اس دور کو اگر ائمہ کرامؒ کی وفیات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تقریباً سن ۲۵۰ھ سے شروع ہوتا ہے اور سن ۳۰۳ھ امام نسائیؒ کی وفات کے ساتھ مکمل ہو جاتا ہے، ویسے اس دور کا اصل وقت تیسری صدی کے دوسرے ربع سے ہی شروع ہو جاتا ہے، یہی وہ دور تھا جس میں علم حدیث کی روشنی آب و تاب پر تھی، اسی دور میں علی بن المدینی، عبدالرحمٰن بن مہدی، یحییٰ بن معین، امام اُحمد، امام ابوزرعہ رازی وغیرہ اور اصحاب کتب ستہ اپنے علم کی روشنی سے پوری دنیا کو منور کیے ہوئے تھے۔ حدیث کی نشر و اشاعت کا یہ اعلیٰ ترین دور ہے اور اصحاب صحاح ستہ پر آ کر تدوین حدیث اور اس کی نشر و اشاعت کا کام جو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے شروع ہوا تھا اختتام پذیر ہوا۔

الغرض خلافت عباسیہ کا زمانہ علمی اعتبار سے اسلام کی تاریخ میں ایک یگانہ حیثیت رکھتا ہے، یہ وہ عہدِ زریں ہے جس میں مسلمانوں کی سلطنت، دولت وثروت، تہذیب وتمدن اور سیاست وحکمرانی کے اعتبار سے عروج پر پہنچ گئی تھی۔اس میں بیشتر اسلامی علوم نے نشو نما پائی اور علم وفنون نے بڑی ترقی کی، خاص کر بغداد تو علم وفن کا مرکز تھا اور اہم داخلی علوم کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ عباسی دور میں یوں تو تقریباً تمام ہی خلفاء نے علوم وفنون کی سرپرستی کی، لیکن ابو جعفر منصور، ہارون رشید اور مامون رشید نے اس پر خصوصی توجہ دی۔

عہد بنو عباس میں اصول حدیث کا جائزہ

علوم حدیث یا علم حدیث بہت سارے علوم کو شامل ہے یعنی اس علم کے بہت سارے فروع ہیں۔ جس کو اصول حدیث بھی کہاں جاتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ کے بقول الحازمیؒ اپنی کتاب "**العجالة**" میں فرماتے ہیں کہ یہ علم (علم الحدیث) بہت سارے انواع پر مشتمل ہیں جو تقریباً ایک سو (۱۰۰) تک پہنچتی ہیں اور ہر نوع ایک مستقل علم ہے۔امام حاکم نیشاپوری نے ان کی تعداد ساٹھ (۶۰) سے زیادہ بتائی ہے، جبکہ ابن الصلاح کے بقول ان کی تعداد پینسٹھ (۶۵) ہے[17]۔ آئندہ سطور میں ان اہل علم کے خدمات کا جائزہ لیا جائے گا جنہوں بنو عباس کے عہد میں اس علم کے مختلف فنون کے ترویج میں گرانی قدر خدمات سرانجام دیئے ہیں۔

۱۔علم جرح وتعدیل

ا۔ جرح کا مفہوم

جرح کی جمع جراحات ہے، جس کے معنی ہیں زخمی کرنا، لغت میں ہتھیار سے زخم لگانے کو جرح کہا جاتا ہے، جیسا کہ زبیدی نے تاج العروس میں اس شعر میں ذکر کیا:

جراحات السنان لها التئام ولا يلتام ما جرح اللسان[18]۔

تلوار کے زخم تو بھر جاتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

عربی زبان میں تفتیش وجستجو سے کسی شخص کے احوال جاننے اور اس کی خبر یا گواہی پر تنقید کرنے یا کسی شخص کے نقائص بیان کرنے کو جرح کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی راوی یا شاہد کے اوصاف وخصائل کی تحقیق وجستجو کے بعد اس کے عیوب کو بیان کرنا جو راوی کی روایت اور شاہد کی شہادت کے قبول کرنے میں رکاوٹ ہوں، جرح کہلاتا ہے۔

ب۔ تعدیل

تعدیل لغت میں عدل سے مشتق ہے جو کہ ظلم کی ضد ہے۔ عدل کے معنی ہیں سیدھا کرنا، کہا جاتا ہے:

"عدل السهم"[19] اس نے تیر کو سیدھا کیا۔اسی طرح کہا جاتا ہے "عدل الشاهد"[20] اس نے گواہ کو معتبر جانا۔ گویا عدل سے مراد کسی شے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ہے، اور تعدیل کا معنی ہوگا۔ کسی کو معتبر یا عادل قرار دینا۔

اصطلاحی مفہوم

امام حاکم اور خطیب بغدادی نے اس علم کی تعریف یوں کی ہے:

"علم جرح وتعدیل وہ علم ہے، جو خاص الفاظ کے ذریعہ رواۃ حدیث کی عدالت وثقاہت یاان کے عیب ونقص سے بحث کرتا ہے"(21)

اس موضوع پر بنوعباس کے عہد عروج میں جن محدثین کرام نے باضابطہ کام کیا ہے جمع وتدوین کی خدمات سرانجام دی ہیں، ان کے بارے میں صالح بن محمد الحافظ جزرۃؒ رقم طراز ہیں:

أول من تكلم في الرجال شعبة بن الحجاج(۲۲) ثم تبعه يحيى بن سعيد القطان(۲۳) ثم بعده أحمد ابن حنبل(۲٤) ويحيى بن معين"(25)(26)

سب سے پہلے حدیث کے راویوں پر امام شعبہ بن حجاج (م۱۶۰ھ) نے کلام کیا؛ پھر یحییٰ بن سعید قطان (م۱۴۳ھ) اور ان کے بعد یحیٰ بن معین اور ابن حنبل (م۲۴۱ھ) وغیرہ نے اس میں حصہ لیا۔

مندرجہ ذیل حضرات محدثین کرام اس دور میں علم اسماء الرجال کے حوالے سے بہت معروف رہے ہیں:

یحیٰ بن سعید القطان (م۱۴۳ھ)

آپ نے اسماء الرجال پر پہلی کتاب لکھی، اس کے بعد دوسرے مجموعے تیار ہوئے۔ امام اُحمد بن حنبلؒ کا بیان ہے:" میں نے جرح وتعدیل کے حوالے سے یحیٰ بن سعید القطان سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا"(27)۔ علی بن المدینیؒ کہتے ہیں:

"ما رأيت أحدا اعلم بالرجال من يحيى بن سعيد "(28)

میں نے یحیٰ بن سعید سے بڑھ کر رجال کے بارے میں عالم نہیں دیکھا۔

اس کے علاوہ اس موضوع پر درج ذیل کتب کا تذکرہ بھی ملتا ہے:

کتاب التاریخ فی الرجال یہ امام کبیر یحیٰ بن معین (م۲۳۳ھ) کی تالیف ہے، جو رواۃ حدیث کے حالات پر مشتمل ہے۔"یہ کتاب مطابع الھیہ العامہ للکتاب قاہرہ" سے سن۱۳۹۹ھ میں چھپ چکی ہے۔

کتاب العلل ومعرفۃ الرجال یہ عظیم محدث امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) کی تالیف ہے، جو تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ وصی اللہ بن محمد عباس کے تحقیق کے ساتھ دار الخانی-الریاض سے دوسری مرتبہ ۱۴۲۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔

۲-علل الحدیث

مفہوم لفظ علل" علت "کی جمع ہے، جو حدیث کے اندر کسی ایسے مخفی اور باریک نقص کو کہتے ہیں جو اس کی صحت کو مجروح کر دیتا ہے اور جس حدیث میں اس طرح کی علت ہو وہ معلل کہلاتی ہے۔ یہ وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کسی ایسی کمزوری کا پتہ چل جائے تو اس کی صحت کو مجروح کر دے اگرچہ حدیث اس کمزوری سے ظاہری طور پر پاک نظر آتی ہو(29)۔

کسی حدیث میں علت معلوم کرنے کے لئے وسیع علم، قوت حافظہ اور بڑی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ علت ایک پوشیدہ امر ہے جس کا پتہ چلنا بعض اوقات ماہرین حدیث کے لئے بھی مشکل ہوتا ہے، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''یہ حدیث کا نہایت دقیق اور مشکل علم ہے۔ علت کی پہچان صرف وہی ماہر کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذہانت، قوت حافظہ، رواۃ کے مراتب کی پہچان اور اسانید و متون میں کامل مہارت سے بہرہ ور کیا ہو''(30) اس علم میں ان پوشیدہ اور دقیق اسباب و علل سے بحث کی جاتی ہے جن کی بناء پر کسی حدیث کی صحت میں قدح وارد ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر اس میں کوئی سقم نظر نہیں آتا۔ علوم حدیث سے متعلق ایک اہم خدمت جس کو اس عہد کے علماء نے حدیث رسول ﷺ کی خدمت کے طور پر انجام دیا ہے وہ کتب علل حدیث کی تحریر ہے۔

اس موضوع پر بنو عباس کے عہد عروج میں محدثین کرام نے درج ذیل کتب تحریر کی:

کتاب العلل یحیٰ بن سعید القطان (م ۱۴۳ھ) کی تالیف ہے۔ یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اس فن میں کتاب تصنیف کی(31)

التاریخ والعلل یحیی بن معین (م ۲۳۳ھ) کی تالیف ہے(32)، جو جرح و تعدیل پر آپ کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ جس کے راوی ان کے شاگرد خاص، ابو الفضل عباس بن محمد بن حاتم الدوری (م ۲۷۱ھ) ہیں۔ اس کتاب کے اکثر مضامین ان کے تلمیذ مذکور کے سوالات کے جوابات یا تلمیذ مذکور کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کے سوالات کے جوابات ہیں۔ یہ کتاب صحابہ کرامؓ سے لیکر مؤلف کے دور تک کے راویانِ حدیث پر مشتمل ہے۔

کتاب العلل یہ علی بن مدینی (م ۲۳۴ھ) کی تالیف ہے، جو محدثین کے ہاں قائد علم الرجال والعلل کے نام سے معروف ہیں آپ کی اکثر کتابیں ضائع ہو گئی ہیں تاہم یہ کتاب ہم تک پہنچی ہے جو حال ہی میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے اور ایک جزء پر مشتمل ہے۔ محمد مصطفیٰ الاَعظمی کے تحقیق کے ساتھ المکتب الِاسلامی—بیروت سے دوسری مرتبہ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

علل الحدیث یہ اَبو جعفر محمد بن عبد اللہ بن عمار الاَزدی البغدادی الموصلی (م ۲۴۲ھ) کی تالیف ہے جو بہت بڑی اور عظیم المرتبت کتاب ہے امام ذہبیؒ اور علامہ زرکلیؒ لکھتے ہیں:

''له كتاب كبير في الرجال والعلل''(33)، آپ کا رجال و علل میں ایک بہت بڑی کتاب ہے۔ نیز صاحب معجم المؤلفین لکھتے ہیں: ''من آثاره: كتاب كبير في معرفة الرجال والعلل، والتاريخ''(34)، آپ کی علمی آثار میں سے رجال، علل اور تاریخ کی معرفت میں ایک بڑی کتاب ہے۔ آپ ''رجال'' اور ''علل'' کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر آپ کی تالیفات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

الغرض! علم الجرح والتعدیل اور علل الحدیث علوم حدیث کے ان پیچیدہ اور دقیق علوم میں سے ہیں جن پر کسی کا کام نہیں، ان میں ہر کسی کی دسترس نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ابتدائی صدیوں میں بھی معدودِ چند لوگوں کے علاوہ کسی نے اس پر کام نہیں کیا اور جن علماء حضراتِ نے اس میدان میں عمریں صرف کی ہیں، قابل داد ہیں جنہوں نے دین اور علم دین کو بنیادیں اور اساس فراہم کی ہیں۔

۳۔غریب الحدیث

مفہوم لغت میں غیر مانوس اور غیر واضح معانی والے لفظ کو غریب [35] کہتے ہیں۔ابن منظور لکھتے ہیں:

"والغَريب: الغامِضُ من الكلام وكَلمة غَريبة، وقد غَرُبَت وهو من ذلك" [36]

محدثین کے ہاں غریب الحدیث سے مراد حدیث کے ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی واضح نہ ہوں۔

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:"وهو عبارة عما وقع في متون الأحاديث من الألفاظ الغامضة البعيدة من الفهم لقلة استعمالها "[37]۔

اس سے مراد وہ مبہم الفاظ ہیں جو احادیث کی متون میں واقع ہوئے ہیں اور قلت استعمال کی وجہ سے ناقابل فہم ہیں۔یہ علم متنِ حدیث کے ان مشکل و نادر الفاظ سے بحث کرتا ہے جن کا مطلب و مفہوم قلت استعمال کے باعث واضح نہیں ہوتا۔

امام حاکم فرماتے ہیں: "یہ نوع متون حدیث میں غریب الفاظ کی معرفت سے متعلق ہے اور یہ علم ہے جس کے بارے میں اتباع تابعین جیسے مالکؒ (م۱۷۹ھ)، الثوریؒ (م۱۶۱ھ) اور شعبہؒ (م۱۶۰ھ) کی سطح کے لوگوں نے گفتگو کی ہے "[38]۔

الغرض ! غرابت، حدیث میں وہ ابہام ہے جو کسی حدیث کے مفہوم کو متعین کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتا ہے۔ علمائے حدیث کے نزدیک اس علم کو جاننا بھی نہایت ضروری ہے تاکہ حدیث کے مشکل اور غریب الفاظ کو ان کے اصلی ماحول اور مفہوم کے مطابق سمجھا جاسکے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر اہل فن نے اس میدان میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔بنو عباس کے عہد میں اس موضوع پر درج ذیل کتب تصنیف ہوئیں:

غریب الحدیث ابوالحسن نصر بن شمیل مازنی (م۲۰۳ھ) کی تصنیف ہے۔جو ابوعبیدہ کی کتاب سے بڑی اور شرح و بسط سے مذین تھی [39]۔

امام حاکم کے مطابق اس موضوع پر سب سے پہلے نضر بن شمیل المازنی نے درج بالا کتاب لکھی جبکہ حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ سب سے اولین کتاب ابوعبیدہ معمر بن المثنی (م210ھ) [40] کی ہیں۔اور یہ دونوں کتابیں مختصر ہیں [41]۔

ان اقوال پر محاکمہ کرتے ہوئے علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں صحیح قول کے مطابق سب سے پہلی کتاب نضر بن شمیل کی ہے [42]۔

غریب الآثار یہ ابو علی محمد بن مستنیر قطرب (م۲۰۶ھ) جو قطرب کے لقب سے مشہور ہے، کی غریب الحدیث پر ایک کتاب ہے [43]۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنی تمیمی (م۲۱۰ھ) نے "**غریب الحدیث**" پر ایک مختصر کتاب لکھی، بعض اصحاب السیر و سوانح نگار اسے فن غریب الحدیث کا مؤسس تصور کرتے ہیں [۴۴]۔ غریب الحدیث پر ان حضرات کے کام کی نوعیت کیا تھی اس کا اندازہ ابو محمد

عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ النحوی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو انہوں نے ابو عبیدہ القاسم بن سلام کی غریب الحدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہیں فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے اس موضوع پر جن علماء نے قلم اٹھایاوہ ہیں: ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ، قطرب، الاخفش اور النضر بن شمیل ان لوگوں نے سندیں درج نہیں کی۔ ابو عدنان نحوی بصری نے غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں سندوں کا اہتمام کیا ہے اور اسے فقہ و سنن کے ابواب پر مرتب کیا ہے لیکن یہ کتاب ضخیم نہیں ہے"[۴۵]

عبد الملک بن قریب اصمعی (م ۲۱۶ھ) نے غریب الحدیث پر ایک اچھی کتاب لکھی[46]۔

ابن الأثیر لکھتے ہیں یہ سب تصنیفات ابو عبیدہ ہی کے دور کے ہیں، یہ تمام کتب اس موضوع کے ابتدائی مرحلہ کی کتابیں ہیں اور تقریباً کمیت و کیفیت میں ایک جیسی ہیں[47]۔

غریب الحدیث یہ ابو عبیدہ قاسم بن سلام ہروی ازدی (م ۲۲۴ھ) کی تصنیف ہے، اس کتاب کے بارے میں مصنف کے اپنے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

"میں نے یہ کتاب چالیس سالوں میں مرتب کی۔ بعض اوقات لوگوں کی زبانی استفادہ کرتا اور مواد کو موقع پر رکھتا اس طرح یہ کتاب میری زندگی کا حاصل ہے"[۴۸]۔

کتاب غریب المصنف اور **کتاب غریب الحدیث** ابو عمرو اسحاق بن مرار الشیبانی (م ۲۱۳ھ) کی تصانیف ہیں، غریب الحدیث پر آپ کی کتاب کے راویوں میں عبد اللہ بن احمد بن حنبل بھی ہے جنہوں نے اپنے والد امام احمدؒ کے واسطہ سے روایت کی ہے[49]۔

کتاب غریب الأسماء یہ ابو زید سعید بن اوس الانصاری (م ۲۱۵ھ) کی تصنیف ہے[50]

ابو عدنان النحوی البصری، عبد الرحمن عبد الاعلیٰ (تلاش بسیار کے باوجود آپ کا سن وفات نہ مل سکا) نے غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی ہے۔ ابن ندیم آپ کی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابو عدنان کی ایک کتاب غریب الحدیث ہے جس کا پورا نام یہ ہے "ما جاء من الحديث المأثور عن النبي صلى الله عليه وسلم مفسرا وعلى أثره ما فسر العلماء من السلف""[51]

کتاب غریب الحدیث یہ مشہور امام علی بن مدینی (۱۶۱۔۲۳۴ھ) کی اس موضوع پر ایک اہم کتاب ہے۔ جس کے پانچ حصے ہیں[52]

مختصراً یہ کہ حدیث رسول ایک سرسبز و شاداب علم ہے اس کو قابل عمل اور نافذ العمل بنانے کے لئے علماء امت نے تمام جوانب سے جائزہ لیا ہے اور شرح و بسط کے ساتھ محفوظ کرنے کے لیے ممکن کوشش کی ہیں تاکہ نہ تو اس میں کسی سقم کو در آنے دیا جائے اور نہ اس میں کسی قدر غموض اور اخفی کو رہنے دیا جائے۔ ان کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ علم حدیث کے ضمن میں کئی علوم نے جنم لیا اور علمی تہذیب و تمدن میں ترقی ہوئی۔

۴۔ مختلف الحدیث

مختلف الحدیث اس عہد کے محدثین کی خدمات میں سے ایک خدمت ہی نہیں بلکہ علوم حدیث میں سے ایک اہم فن اور علم بھی ہے، چنانچہ علماء اصول حدیث لکھتے ہیں: ''متعارض احادیث میں جمع و تطبیق کا فن علوم حدیث کے اہم فنون میں سے ایک ہے کیونکہ تمام علماء اس کی معرفت کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس فن کا مقصد دو بظاہر متناقض اور متضاد حدیثوں میں جمع و توافق کی کوشش ہے یا ان میں سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دینا ہوتا ہے۔ اس میں صرف وہی علماء درک رکھتے ہیں جو حدیث و فقہ دونوں کے جامع ہوں اور ماہر اصول ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے بھی ماہر ہوں''(53)۔

مختلف الحدیث کا مفہوم

لغوی لحاظ سے مختلِف (لام کے کسرہ سے) اختلاف (جو اتفاق کی ضد ہے) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہے اختلاف کرنے والا۔ اس مصدر سے اسم مفعول (لام کے زبر سے مُختَلَف) ہوگا جس کے معنی ہیں وہ چیز یا بات جس میں اختلاف (تعارض، ٹکراؤ) ہو(54)۔ لفظ اختلاف کے اس لغوی مفہوم کی بنیاد پر ''مختلف الحدیث'' کا مطلب ہوگا وہ احادیث جو ہم تک ایسی صورت میں پہنچی ہیں کہ معنی کے اعتبار سے ان میں باہمی اختلاف نظر آتا ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں مختلف الحدیث کا اطلاق اس مقبول (صحیح، حسن) حدیث پر ہوتا ہے جو بظاہر اپنی جیسی مقبول حدیث کی معارض ہو لیکن اس ظاہری تعارض کے باوجود دونوں میں علماء کے لئے قابل قبول شکل میں جمع و تطبیق کی کوئی صورت ممکن ہو(55) اس موضوع پر اس عہد میں درج ذیل کتب تصنیف ہوئیں:

کتاب اختلاف الحدیث اس نام سے علی بن المدینی نے ایک کتاب لکھی جس کے پانچ حصے ہیں(56)۔

اختلاف الحدیث اس نام سے امام شافعیؒ نے ایک کتاب تحریر فرمائی، جس میں ایک علمی مقدمہ ہے جو اس فن کی بنیادی اصولوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد متعارض روایتوں میں تطبیق کے قواعد ہیں۔ اس کتاب کے اسلوبِ تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی ایسے مخاطب سے گفتگو کر رہے ہیں جو ان چیزوں کا منکر ہے اور تعارض کا بہانہ بنا کر حدیث رسول ﷺ کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے، لہٰذا اسلوب میں قوت، دلائل میں نزاکت و کثرت اور بحث و مباحثہ میں گرمی کی جھلک نظر آتی ہے۔ کتاب کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ یہ اس فن کی پہلی کتاب ہے جو ایک امام وقت کے تبحر علمی کا نچوڑ ہے۔

اختلاف الحدیث اس نام سے محمد بن ابی عُمَیر الازدی (م ۲۱۷ھ) نے بھی ایک کتاب لکھی ہے(57)۔

اس فن کی بنیادیں بھی اس دور میں راسخ نظر آتی ہیں لیکن یہ علم بھی اس قدر دقیق اور فکر و تدبر کا متقاضی ہے کہ معدودِ چند لوگ نے جو رسوخ فی العلم والفہم کے مالک تھے، نے اس جولانگاہ میں کام کیا اور یادگار تحریریں ہمارے راہنمائی کے لئے چھوڑے ہیں۔

۵-ناسخ و منسوخ

مفہوم

ناسخ و منسوخ کا مادہ (ن س خ) ہے۔ ناسخ، نسخ سے فاعل کے وزن پر ہے جس کا مطلب ہے نسخ کرنے والا، جبکہ منسوخ مفعول کے وزن پر ہے، یعنی نسخ ہونے والا۔ لغت میں نسخ دو معروف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ا۔ ایک معنی ہیں "ابطال" "زائل کرنا، مٹانا، چنانچہ عربی کا محاورہ ہے:" نسَخَت الشمسُ الظلّ[58] یعنی سورج نے سایہ کو زائل کر دیا یعنی مٹادیا۔

ب۔ نسخ کے دوسرے معروف معنی ہیں نقل کرنا، جیسے یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ " نسخت الكتاب"[59] میں نے کتاب نقل کر دی۔

اصطلاح میں شارع کا کسی مقدم (پہلے) حکم کو کسی متاخر (آخری) حکم کے ذریعہ ختم یا زائل کر دینا اصطلاحاً نسخ کہلاتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں: "وهو عبارة عن رفع الشارع حكما منه متقدما بحكم منه متأخر"[60] یہ نسخ عبارت ہے شارع کے متاخر حکم سے متقدم حکم کو ختم کرنے سے۔ حافظ ابن حجرؒ نسخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "النسخ، رفع تعلق الحكم شعري بدليل شرعي متأخر عنه"[61] ایک حکم شرعی کے تعلق کو متاخر شرعی دلیل سے اٹھا دینا نسخ کہلاتا ہے۔

مختصراً یہ کہ شارع کا ایک حکم کو دوسری دلیل شرعی سے ساقط کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔ یہ علم ان احادیث متعارضہ سے بحث کرتا ہے جن میں تطبیق کا امکان نہ ہو۔ اس صورت میں بعض احادیث کو ناسخ اور بعض کو منسوخ قرار دیا جاتا ہے۔ اس عہد میں اس علم پر امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب" الناسخ والمنسوخ "لکھ کر اس علم کی بنیاد ڈالی۔

علمائے امت کا ہمارے اوپر بہت بڑا احسان ہے کہ جنہوں نے آقائے دوجہان کے مبارک اقوال اور فرمودات کو محفوظ کرنے کے لئے تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر عظیم خدمات سرانجام دی ہیں جو یادگارِ اسلاف ہیں اور تمام تر برکتیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔

نتائج

اس بحث کی تکمیل پر باحثین نے جو نتائج اخذ کیے، ان میں سے چند اہم نتائج ذیل کی سطور میں ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ حدیث رسول کی حفاظت دین کی حفاظت ہے۔ لہذا ہر طرح سے اس کی حفاظت ضروری ہے۔

۲۔ حفاظتِ حدیث کے پیش نظر مختلف علوم حدیث کا وجود ممکن ہوا۔

۳۔ اس دور میں روایت حدیث کے ساتھ درایت حدیث کا بھی اہتمام کیا جانے لگا۔

۴۔ اس لحاظ سے عہد بنو عباس کو علم حدیث کا سنہرا دور کہلاتا ہے، اس عہد میں علوم حدیث کی مختلف علوم کے بنیاد ڈالی گئی مثلاً: علم اسماءالرجال، مختلف الحدیث، علل الحدیث، غریب الحدیث اور ناسخ و منسوخ، وغیرہ۔

۵۔ اس دور میں درس وتدریس، حفظ حدیث، مذاکرۂ حدیث، کتابت حدیث اور تالیف و تصنیف حدیث کی نشرواشاعت کے بنیادی ذرائع کا اہتمام کیا گیا۔

۶۔ حفاظت حدیث کے پیشِ نظر محدثین کرام نے علم حدیث کی نشرواشاعت اور حفاظت کے لئے مختلف بلاد وامصار کے سفر کیے۔

۷۔ بنوامیہ کے عہد میں جو کتابت حدیث کی داغ بیل ڈالی گئی تھی اس دور میں صحاح ستہ کی صورت میں اس کی تکمیل ہوئی۔

۸۔ اس دور میں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے پاس تحریری صورت میں مجموعہ ہائےاحادیث کا کثرت سے ثبوت ملتا ہے۔

۹۔ اس دور میں تحریک تدوین حدیث عروج کو پہنچی علماءامت نے حدیث اور علم حدیث کے مختلف موضوعات پر کتب مدون کیں، جیسے مؤاطات، مصنفات، جوامع، سنن، مسانید، اجزاءاور اصول حدیث اور تاریخ حدیث وغیرہ۔

۱۰۔ اس دور میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، شام، اندلس، بخاریٰ وغیرہ علم حدیث کے مشہور مراکز رہے۔

۱۱۔ اس دور میں بے شمار ائمہ نقاد بھی تھے جنہوں نے علم حدیث اور نقدرجال پر عظیم الشان خدمات سرانجام دیں جن میں امام عبدالرحمٰن اوزاعی، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان ثوری، امام مالک بن انس، امام عبداللہ بن مبارک، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام یحیٰ بن سعید قطان اور امام احمد بن حنبل جیسے علم وعرفان کے ستون قابل ذکر ہیں۔

سفارشات

- اسلامی تاریخ میں محدثین کی خدمات پر (مختلف ادوار کے اعتبار سے) تحقیقی مقالہ جات لکھوائے جائیں اور ہر دور کے نمایاں اور امتیازی خصوصیات کو اجاگر کیا کیا جائے۔
- تعلیمی نصاب میں تاریخ علم حدیث کے مواد شامل ہونا چاہیے۔
- تمام اسلامی علوم بالعموم اور علوم الحدیث کو بالخصوص دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جانا چاہیئے۔

- حدیث کی اہمیت اجاگر کرنے اور عوام الناس میں اس کا شعور پیدا کرنے کے لئے قومی سطح پر سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کی جانی چاہئے۔
- اس موضوع پر تحقیقی مقالات کے انگریزی تراجم کروائیں جائے، تاکہ تعلیم یافتہ مسلمان اور غیر مسلم جو علوم عربیہ سے ناواقف ہے وہ حدیث کے علوم سے استفادہ کر سکے۔
- اعلیٰ تعلیمی سطح پر (ایم فل/پی ایچ ڈی) کے مقالات میں اس موضوع پر مقالات لکھنے کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔
- ہمارے اسلاف کا وہ علمی ورثہ جو ابھی تک مخطوطات کی شکل میں موجود ہے، اس کی طباعت کے لیے یونیورسٹی سطح پر اہتمام ہونا چاہئے۔

حواشی وحوالہ جات

۱-القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتسلیم الحجر علیہ قبل النبوۃ، دار إحیاء التراث العربی—بیروت، س ن، ج ۴، ص ۱۷۸۲

۲-آپ کا پورا نام عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، کنیت ابوالعباس اور لقب سفاح تھا، علاقہ بلقاء میں سن ۱۰۸ھ یا ۱۰۴ھ کو پیدا ہوئے، اور وہیں پرورش پائی۔ آپ نے چار سال اور آٹھ یا نو ماہ حکومت کر کے ۱۳ذی الحجہ ۱۳۶ھ کو ۲۹ یا ۳۳ سال کی عمر میں وفات پائی (دیکھیے: البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۳۶؛ تاریخ ابن خلدون، ج ۷، ص ۹۰)

۳ -اس عرصہ میں جو خلفاء رہے ان کے نام، مجموعی خدمات اور مدت حکومت درج ذیل ہے: ابوالعباس سفاح (۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ) ابو جعفر منصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) محمد مہدی (۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ) موسی الہادی (۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ) ہارون الرشید (۱۷۰ھ تا ۱۹۳) امین الرشید (۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ) مامون الرشید (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) المعتصم باللہ (۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ) واثق باللہ (۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ) اور متوکل علی اللہ (۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ)۔ ان خلفاء میں بعض رحم دل اور رعایا پرور تھے تو بعض ظالم وسفاک بھی تھے مگر اس پورے عہد میں زبردست علمی ترقی ہوئی۔

۴-اس عرصہ میں جو خلفاء رہے ان کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے:
منتصر باللہ (۲۴۷ھ تا ۲۴۸ھ) مستعین باللہ (۲۴۸ھ تا ۲۵۱ھ) معتز باللہ (۲۵۱ھ تا ۲۵۵ھ) مہتدی باللہ (۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ) معتمد علی للہ (۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ) معتضد باللہ (۲۷۹ھ تا ۲۸۹ھ) مکتفی باللہ (۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ) مقتدر باللہ (۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ) قاہرہ باللہ (۳۲۱ھ تا ۳۲۲ھ) راضی باللہ (۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ) متقی باللہ (۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ) مستکفی باللہ (۳۳۳ھ تا ۳۳۴ھ) مطیع للہ (۳۳۴ھ تا ۳۶۳ھ) طائع للہ (۳۶۳ھ تا ۳۸۱ھ) قادر باللہ (۳۸۱ھ تا ۴۲۲ھ)۔ چونکہ یہاں سے اس دور کا انحطاط شروع ہوا اس لئے علمی طور پر کوئی نمایاں کارنامے سرانجام نہیں دئے گئے، البتہ جزوی طور پر بعض خلفاء نے خلافت کو استحکام دینے کی کوشش ضرور کی اور آپس کے اختلافات کو ختم کرنے کی سعی کی۔

۵ -یہ ترک النسل بادشاہت ہے سلجوق کا باپ ترک بادشاہ کے ہاں بڑے قابل احترام تھااوراس نے ترکوں کو مسلمانوں پر حملے سے باز رکھابعدازاں سلجوق کو سیاسی وجوہات کی بناء پر قتل کا خوف ہوا تو وہ اپنے قبیلے سمیت مسلمانوں سے جاملااور اسلام قبول کیا۔ (نہر الذہب فی تاریخ حلب، ج ۳، ص ۱۱۰)

۶ -اس عرصہ میں جو خلفاء رہے ان کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے: قائم بامر اللہ (۴۲۲ھ تا ۴۶۷ھ) مقتدی بامر اللہ (۴۶۷ھ تا ۴۸۷ھ) مستظہر باللہ (۴۸۷ھ تا ۵۱۲ھ) مسترشد باللہ (۵۱۲ھ تا ۵۲۹ھ) راشد باللہ (۵۲۹ھ تا ۵۳۰ھ) مقتضی لامر اللہ (۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ) مستنجد باللہ (۵۵۵ھ تا ۵۶۶ھ) مستضی بامر اللہ (۵۶۶ھ تا ۵۷۵ھ) ناصر لدین اللہ (۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ) ظاہر بامر اللہ (۶۲۲ھ تا ۶۲۳ھ) مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ) مستعصم باللہ (۶۴۰ھ تا ۶۵۵ھ)۔ان خلفاء میں بہت ساری کمزوریاں پیدا ہوئی تھیں، جن میں سے چند یہ ہیں: علویوں کی مخالفت، آپس کی فرقہ وارانہ اختلافات وغیرہ،

۷ -السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ - الریاض، س ن، ج ۱، ص ۲۵

۸- سورۃ النحل ۱۶: ۴۴

۹ -النیسابوری، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۷ھ - ۱۹۷۷م، ج ۱، ص ۲۶۸

۱۰-آپ کا پورا نام سلیمان بن حرب بن بجیل الأزدی الواشحی البصری (م ۲۲۴ھ) ہے، اہل علم نے آپ کو ثقہ، الحافظ اور حدیث میں امام کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔دیکھیے: (تہذیب التہذیب، ج ۴، ص ۱۵۷؛ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۳)

۱۱-الجرح والتعدیل، ۱۰۸/۴

۱۲- تفصیل دیکھیے: تدریب الراوی، ج ۱ ص ۸۹؛ مقدمہ فتح الباری، ج ۱، ص ۶

۱۳-توجیہ النظر، ج ۱، ص ۴۹

۱۴- مسند حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں حدیث رسول ﷺ صحابہ کرامؓ کی ترتیب پر جمع کر دیا جائے (توجیہ النظر، ج ۱، ص ۲۷۳)

۱۵-العسقلانی، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل، مقدمۃ فتح الباری، دار المعرفۃ- بیروت، ۱۳۷۹، ج ۱، ص ۶

۱۶- فتح الباری، ج ۱، ص ۶

۱۷-تدریب الراوی، ج ۱، ص ۴۵

۱۸-الزَّبیدی، ابو الفیض مرتضی محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی، تاج العروس من جواهرالقاموس، دار الہدایۃ، ج ۳۳، ص ۳۷۳

۱۹-المعجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیۃ بالقاہرۃ، (ابراہیم مصطفیٰ، احمد الزیات، حامد عبدالقادر، محمد النجار)، دار الدعوۃ، ج ۲، ص ۵۸۸

۲۰-لسان العرب، ج ۱۱، ص ۴۳۱

۲۱-البغدادی، احمد بن علی بن ثابت ابو بکر الخطیب، الکفایۃفی علم الروایۃ، المکتبۃ العلمیۃ -المدینۃ المنورۃ، ص: ۵۸۱، ۱۰۱

۲۲-آپ کا پورا نام شعبۃ بن الحجاج بن الورد العتکی الأزدی ابو بسطام الواسطی البصری (۸۲-۱۶۰ھ) ہے۔آپ واسط شہر میں پیدا ہوئے لیکن بصرہ میں رہے، اور وہیں پلے بڑے اور پھر ایک وقت آیا کہ آپ بصرہ کے امام المحدثین بن گئے۔امام حاکمؒ کا قول ہے: ''آپ بصرہ کے حدیث جاننے والوں میں بڑے امام تھے''۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شعبہؒ نے بصرہ اور عراق کے سرزمین پر علم حدیث کو پھیلانے کا عظیم

کارنامہ سرانجام دیااور حدیث میں امام کا لقب پایااوراحادیث رسول ﷺ سے ہر قسم کے غبار کو دور کیا۔(الطبقات الکبری،ج ۷، ص ۲۸۰؛تہذیب التہذیب، ۴ج، ص ۲۹۷ ؛تذکرۃالحفاظ، اج، ص ۱۹۳)

۲۳-آپ کاپورانام یحیٰ بن سعید بن فَرُوخ القطان التمیمی ابو سعید البصری (۱۲۰-۱۹۸ھ) ہے۔آپ اپنی غیر معمولی ذہانت اور قوت حافظہ میں زمانہ طالب علمی سے ممتاز تھے، علم حدیث آپ کا خاص فن تھا۔(تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۱۹۰؛تاریخ بغداد، ج ۱۴ اص ۱۳۵ ؛تذکرۃ الحفاظ، ج ا، ص ۲۹۸ ؛الطبقات الکبری، ج ۷، ص ۲۹۳)

۲۴-آپ کا سلسلہ نسب احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی ابو عبد اللہ المروزی البغدادی (۱۶۴-۲۴۱ھ) ہے۔ تقویٰ، طہارت اور صلاحیت کے آثار ابتدا ہی سے نمایاں تھے، آپ نے حصول علم کے خاطر مکہ، مدینہ، شام، یمن اور دیگر کئی علاقوں کا سفر کیا۔آپ علم حدیث میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے، چنانچہ آپ اپنے زمانے میں بالاتفاق حدیث کے امام تھے۔(تہذیب التہذیب، ج ا، ص ۶۲ ؛تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۱۲ ؛تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۳۱)

۲۵-آپ کا سلسلہ نسب یحیٰ بن معین بن عون الغطفانی ابو زکریا البغدادی (۱۵۸-۲۳۳ھ) ہے۔ بغداد کے مضافات میں انبار کے قریب نقیا بستی میں پیدا ہوئے۔ بیس سال کے عمر میں کتابت حدیث شروع کی اور اس سلسلے میں مختلف مراکز حدیث حجاز، یمن، کوفہ وبصرہ مصروشام وغیرہ کا سفر کرکے اس عہد کے ائمہ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا۔آپ کے زندگی کا اہم کارنامہ فن حدیث کا ایک اہم شعبہ ''اسماء الرجال'' ہے۔دیکھیے: (تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۲۴۶ ؛تاریخ بغداد، ج ۱۴، ص ۱۷۷ ؛تذکرۃ الحفاظ، ج ۲، ص ۴۲۹)

۲۶-الشہرزوری، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن، مقدمة ابن الصلاح، مکتبۃ الفارابی، الطبعۃ الأولی ۱۹۸۴م، ج ا، ص ۲۳

۲۷-الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت—لبنان، طبع اوّل، ۱۹۶۳م، ج ا، ص ا

۲۸-الذہبیؒ، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، سیر أعلام النبلاء، دار الحدیث، القاہرۃ، ۲۰۰۶م، ج ۷، ص ۵۷۹

۲۹-معرفۃ علوم الحدیث، اج، ص ۱۷۴

۳۰-الملا الہروی القاری، علی بن سلطان محمد، ابو الحسن نور الدین، شرح نخبة الفکر، دار الأرقم-لبنان، بیروت، س ن، ج ا، ص ۴۶۰

۳۱-شرح علل الترمذی، ج ا، ص ۳۱

۳۲-ایضاً، ج ا، ص ۳۲

۳۳-الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس الدمشقی، الأعلام، دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۲ء، ج ۶، ص ۲۲۱

۳۴-کحالۃ الدمشق، عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغنی، معجم المؤلفین، مکتبۃ المثنی-بیروت، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۱۰، ص ۲۲۸

۳۵-عربی زبان میں لفظ ''غریب'' ''غرب'' سے ہے جس کے معنی ہیں ''اکیلا''۔ غریب اس آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے دور ہونے کی وجہ سے اکیلا، اجنبی اور عام لوگوں سے مختلف ہو۔ (لسان العرب، مادہ غرب، ج ا، ص ۶۳۷)۔

۳۶-لسان العرب، ج ا، ص ۶۳۷

۳۷-مقدمة ابن الصلاح، ج ا، ص ۱۵۹

۳۸-معرفة علوم الحديث، ج ۱، ص ۱۴۶

۳۹-الجزری، ابو السعادات المبارک بن محمد، النهايةفی غريب الحديث والأثر، المکتبة العلمية- بيروت، ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹م، ج ۱، ص ۵-۶

۴۰-آپ کا نام سلسلہ نسب معمر بن المثنیٰ ابو عبيدة التيمی البصری النحوی (م ۲۱۰ھ) اور کنیت ابو عبیدۃ ہے۔ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہشام بن عروۃ اور ابی عمرو بن العلاء وغیرہ سے روایت کی ہے۔ یہ خارجیوں میں سے کرۂ ارض پر سب سے بڑے عالم تھا اور سب علوم کو جانتے تھے۔ غریب الحدیث اور تاریخ عرب کے بھی جاننے والے تھے۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب، ج ۱۰، ص ۲۲۱؛ تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۷۱)

۴۱-مقدمة ابن الصلاح، ج ۱، ص ۱۵۹

۴۲-الکتانی، ابو عبد اللہ محمد بن ابی الفیض جعفر بن إدریس، الرسالة المستطرفة، دار البشائر الإسلامية، طبع ششم، ۲۰۰۰م، ج ۱، ص ۱۵۴

۴۳-حاجی خلیفة، مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب چلپی، کشف الظنون، دار الکتب العلمية، بیروت، لبنان، ۱۹۴۱م، ج ۲، ص ۱۲۰۳

۴۴-إسماعیل البابانی، إسماعیل بن محمد امین بن میر سلیم البغدادی، هدیةالعارفین، دار إحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، س ن، ج ۲، ص ۴۶۶

۴۵-البغدادی، احمد بن علی ابو بکر الخطیب، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمية—بیروت، ج ۱۲، ص ۴۰۵

۴۶-عماد علی جمعة، المکتبة الإسلامیہ، سلسل التراث العربی الإسلامی، الطبعة الثانية ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م، ج ۱، ص ۱۳۵

۴۷-النهاية فی غريب الحديث والأثر، ج ۱، ص ۶

۴۸-الحلبی، نور الدین محمد عتر، منهج النقد فی علوم الحديث، دار الفکر دمشق، سوریة، ۱۹۹۷م، ج ۱، ص ۳۳۳

۴۹-ابن الندیم، محمد بن إسحاق ابو الفرج، الفهرست، دار المعرفة- بیروت، ۱۳۹۸-۱۹۷۸، ج ۱، ص ۱۰۱

۵۰-ایضاً، ج ۱، ص ۸۱

۵۱-ایضاً، ج ۱، ص ۶۸

۵۲-معرفة علوم الحديث، ج ۱، ص ۷۱

۵۳-السخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن، فتح المغيث شرح ألفية الحديث، دار الکتب العلمية، لبنان، ۱۴۰۳ھ، ج ۳، ص ۸۱

۵۴-الفیومی الحموی، احمد بن محمد بن علی المقر ابو العباس، المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، المکتبة العلمة، بیروت، س ن، ج ۱، ص ۱۷۸

۵۵-تدریب الراوی، ج ۲، ص ۱۹۶

۵۶-معرفة علوم الحديث، ج ۱، ص ۷۱

۵۷-ہدیۃالعارفین، ج ۲، ص ۱۰

۵۸-مختار الصحاح، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی، مکتبة لبنان ناشرون—بیروت، ۱۴۱۵—۱۹۹۵، ج ۱، ص ۶۸۸

۵۹-المؤید باللّٰہ، یحیٰ بن حمزة بن علی بن إبراہیم العلوی الطالبی الحسینی، الطراز لأسرار البلاغہ وعلوم حقائق الإعجاز، المکتبة العصرية- بیروت الطبعةالأولى، ۱۴۲۳ھ، ج ۳، ص ۱۰۸

۶۰-مقدمہ ابن الصلاح، ج ۱، ص ۱۶۲

۶۱-نزہۃالنظر فی توضیح نخبۃالفکر، ج ۱، ص ۷۸